اچھے معلم و منتظم کا حقیقی طرزِ حیات اور خصوصیات: سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

The Real Lifestyle and Characteristics of a Good Teacher and Administrator in the Light of Seerah (Biography of Prophet)

Dr. Anwar Ali
S.S.T (G), H.S.S. Topi, Swabi (K.P)
Email: anwaraliphd@gmail.com

Dr. Shahid Amin
Lecturer, Hazara University, Mansehra (K.P)
Email: shahidaminn@live.com

Muhammad Umair Khan
Secretary at Local government Election & ruler development department, Abbottabad, KPK.
Email: Umair9474@gmail.com

ISSN (P):2708-6577
ISSN (E):2709-6157

Abstract

The success of a nation is linked to the excellence of its educators and administrators. A nation getting good teachers and administrators is a sign of its nation's happiness. A healthy society cannot be formed without an educator. A teacher who is a good administrator, his best personality is the focus of education and training. Islam has given a teacher the position of a mentor and spiritual father. The greatness of the teacher's role can be estimated from the fact that the first teacher is the Creator of the universe as mentioned in Surah Al-Baqarah verse 31. In the same way, Seerah of the Prophetﷺ mentions the position, greatness, importance, character, administrative qualities, etc. of a teacher. Therefore, this statement of the Prophetﷺis enough to clarify the positionof the teacher: "I've been sent as a teacher." (Ibn e Majah. 229) The Seerah (Biography) of the Prophetﷺ has clarified not only the rank and position of the teacher but also put his characteristics and true lifestyle in front of the Ummah.

The prophetﷺ showed all the qualities of a teacher with his lifestyle. The qualities of a teacher that attract his subordinates to him were present in the Holy Prophetﷺ,for example, perfection of knowledge, great attitude, perfection of compassion and mercy, etc. The study of Seerah leads to the qualities of a good teacher and administrator.

Everywhere in the world, there is chaos and anxiety due to differences and disagreements, which need the best teachers with administrative skills to find a solution. The best results can be achieved by adopting Islamic principles for management and control. This paper summarizes the qualities of the best teacher and administrator in the light of lifestyle of the Prophetﷺ.

Keywords: *Seerah, Prophetﷺ, teacher, educator, administrator.*

موضوع کا تعارف

کسی بھی قوم کی کامیابی اس کے معلمین اور منتظمین کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ منسلک ہے۔ قوم کو اچھے معلمین و منتظمین کا مل جانا اس کی قوم کی خوش بختی کی علامت ہے۔ معلم کے بغیر ایک صحت مند معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔ معلم جو کہ ایک بہترین منتظم ہو،

اس کی بہترین شخصیت ہی تعلیم و تربیت کا محور ہوتی ہے۔ اسلام نے معلم کو مربی اور روحانی والد کا مقام دیا ہے۔ معلم کے کردار کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ معلمِ اول خود خالق کائنات ہیں جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت ۳۱ میں ذکر ہے۔ اسی طرح سیرتِ طیبہ کے مطالعے سے معلم کا مقام مرتبہ، عظمت، اہمیت، کردار، انتظام و انصرام کی صلاحیت وغیرہ کا علم ہوتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد اس مقام کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔"[1] سیرتِ نبوی نے جہاں معلم کے مقام کو نمایاں کیا ہے وہیں اس کے اندر کی خصوصیات اور اس کا حقیقی طرزِ بھی امت کے سامنے رکھا ہے۔

معلم اور منتظم کی خصوصیات ہی اس کے ماتحتوں کو اس کی طرف مائل کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف پختہ علم و انتظام کی صفات سے عاری معلم و منتظم کسی قوم اور معاشرے کی ناکامی کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔ سیرت کے مطالعہ سے ایک اچھے معلم اور منتظم کی صفات اور خوبیوں کی طرف راہ نمائی ہوتی ہے

عام طور پر جو صفات ہونی چاہیے ان میں مشن کی سچائی پر ایقان، جرأت و بہادری، ماتحتوں سے مشاورت، صبر و استقامت، ایثار و قربانی، تشکر و امتنان، ہمدردی، صبر، عدل، دیانت داری، اعتماد، علم میں کمال، فصاحت و بلاغت، اسالیب اور اندازِ تعلیم، تعلیم بذریعہ سوال و جواب، عملی نمونہ، وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وہ صفات ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور پھر انہی صفات کو اپنا کر رسول اللہ ﷺ کے اولین شاگردوں نے دنیا پر حکمرانی کی۔

بنیادی سوالات

زیرِ بحث موضوع پر درج ذیل سوالات کی وضاحت کی گئی ہے:

- ایک معلم کن اوصاف کا مالک ہو جس کے نتیجے میں متعلمین اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں؟
- معلم کا طرزِ حیات کیسا ہونا چاہیے جو متعلمین کے لیے مشعلِ راہ ہو؟
- کیا سیرت طیبہ کی تعلیمات ایک معلم کے طرزِ حیات کا حدودِ اربعہ بیان کرتی ہے جس سے استفادہ کر کے آج کے جدید دور کے طلبہ کو مطمئن کیا جا سکے؟

اہدافِ تحقیق

دنیا میں ہر طرف ہی افتراق اور اختلاف کی وجہ سے افراتفری اور بے چینی پائی جاتی ہے جن کا حل نکالنے کے لیے بہترین معلمین جو انتظامی صلاحیتوں سے متصف ہوں، کی ضرورت ہے۔ انتظام و انصرام کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنا کر بہترین نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ چونکہ آج کل کے مادہ پرستی کے ماحول میں ایک ایسے قائدانہ اصولوں کے نمونہ کی ضرورت ہے جو نہ صرف قابل عمل ہو بلکہ اس پر عمل کر کے کامیابی یقینی ہو۔ علاوہ ازیں یہ نمونہ روحانیت سے بھرپور، اجتماعیت کا ضامن، مجموعی مفاد کے حصول میں معاون اور عدل، مساوات، انصاف، یقین، صبر، برداشت، جیسی خوبیوں سے متّصف ہو۔ ایسے معلم و منتظم، راہ نما، مقتدا اور قائدین کی موجودہ دور میں اشد ضرورت ہے جو جدید تقاضوں کے مطابق امت مسلمہ کی قیادت کا فریضہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں سرانجام دے سکیں۔ اس مقالے میں انہی امور کو پیشِ نظر رکھ کر ایک اچھے معلم اور منتظم کی حقیقی طرزِ حیات اور اوصاف و خصوصیات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

نبی مکرم ﷺ کی سیرت میں امت کے لیے بہترین نمونہ ہے جس کی پیروی کر کے کامیابی و کامرانی کی منزل کو پایا جاسکتا ہے۔ کوئی بھی معلم جو دنیاوی واخروی سرخروئی کا خواہشمند ہے، سیرت طیبہ کی راہ نمائی سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾[2] "بیشک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔" معلم واستاد ایک معزز و محترم مرتبے کا حامل ہوتا ہے۔ اس شعبہ سے وابستہ افراد منصب کے تقاضوں کو جان کر اور محنت و توجہ سے ان کو حاصل کر لے تو وہ اس فن میں کمال حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کامیاب اور بہترین معلم بننے کے لیے کچھ اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا اور وہ خصوصیات سیرت النبی ﷺ سے مستفاد ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: [وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا][3] "اور بیشک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

سیرتِ طیبہ کے موضوع پر معتبر لٹریچر موجود ہے جیسے السیرۃ النبویۃ از عبد الملک بن ہشام (م 833ھ)، الشفاءٰ بتعریف حقوق المصطفی از قاضي عیاض (م 544ھ)، زاد المعاد في هدي خير العباد از ابن قیم (م 751ھ)، رحمۃ للعالمین از سلیمان منصور پوری (م 1930ء)، نشر الطيب في ذكر الحبيب از اشرف علي تھانوي (1943ء)، النبي الخاتم از مناظر گیلاني (م 1956ء) اور سیرت المصطفي از ادریس کاندھلوي (م 1974ء) وغیرہ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف کتب میں اس موضوع پر تعارفی مواد موجود ہے جیسے نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم از ڈاکٹر فضل الہی، رسول اللہ ﷺ کے تعلیمی کارنامے از ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی، الرسول المعلم واسالیبہ فی التعلیم از عبد الفتاح ابو غدہ اور رسول اکرم ﷺ بحیثیت معلم از مولانا عطاء الرحمٰن وغیرہ۔ لیکن خاص اس عنوان پر مقالہ نگار کی نظر سے کوئی کام نہیں گزرا جس کی بنا پر اس کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں معلم کا مقام

سیرت نبوی کے سایے میں تعلیم و تعلّم کا سفر ایک معلم کو باکمال بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آقا ﷺ ایک اعلیٰ پائے کے معلم اور بہترین صفات سے متّصف تھے اور آپ کی انہی صفات کا عکس آپ کے شاگردوں میں نظر آتا ہے۔۔ آقا ﷺ کی چند اوصاف و خصوصیات، جو ایک معلم کے حقیقی طرزِ حیات کو اپنانے کے لیے ضروری ہیں، ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1. فن میں مہارت

اچھے معلم کی بنیادی خصوصیت اپنے فن میں مہارت ہے۔ جتنا ایک معلم اپنے علم میں دلچسپی، انہماک، استغراق، مناسبت اور مہارت رکھتا ہے اتنا ہی اس کے طلبہ اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کہ سیرت کا مطالعہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سرکارِ مدینہ ﷺ نبوی علوم کے ماہر تھے اور آپ کے شاگرد بھی اس معاملے میں آپ کا پرتو تھے۔ قرآن و سنت کے علوم ہوں یا فقہ و اجتہاد ہو، سیاسی امور ہوں یا گھریلو مسائل ہوں، جہادی اقدامات ہوں یا عوام کی خبر گیری، ہر میدان کے علوم کے ماہر آقا ﷺ نے پیدا کیے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ پیغبر اسلام ﷺ کی فنی مہارت تام تھی جس کا اثر آپ کے شاگردوں میں بدرجۂ اتم نظر آتا ہے۔ اور معلم انسانیت ﷺ کی تعلیمات بھی یہی تھیں۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے: "اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسے خوش اسلوبی سے کرو۔"

2. ٹھہر ٹھہر کر تعلیم دینا

سیرتِ طیبہ میں اچھے معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کر تعلیم دینے والا ہو تاکہ تمام طلبہ بات کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔ سیدہ عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی صفات و خصوصیات بیان کرتی ہیں کہ آپ ایک بہترین معلم تھے۔ معلم کی ایک صفت اپنے شاگرد تک بات کو احسن طریقے سے پہنچانا ہے اور یہ وصف رسول اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ آپ کا اندازِ گفتگو نہایت ہی سہل تھا اور الفاظ جلدی جلدی ادا نہ کرتے چنانچہ فرماتی ہیں: عَنْ عَائِشَةَ , قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْرُدُ الْكَلَامَ كَسَرْدِكُمْ , وَلَكِنْ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ سَمِعَهُ»[4] "نبی مکرم ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے، لیکن جب گفتگو فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے، جو بھی اسے سنتا وہ اسے یاد کر لیتا۔"

اسی طرح بات کو ذہن نشین کرانے کے لیے بات کا اعادہ کیا جائے۔ اور یہ صفت بھی سیرت سے ہی ماخوذ ہے۔ جیسا کہ سیدنا انسؓ اس کی گواہی دیتے ہیں: عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ[5] "نبی مکرم ﷺ جب گفتگو فرماتے تو (بہ وقتِ ضرورت) اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اسے اچھی طرح سمجھ جائیں۔"

اس طریقے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سیکھنے والے طلبہ میں ہر طرح طلبہ ہوتے ہیں، ذہین، متوسط اور غبی۔ بات کو دہرانے کی وجہ سے تمام طلبہ خوب استفادہ کرتے ہیں اور بات ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

3. فصاحت وبلاغت

سیرت طیبہ سے مستفاد ایک اور خصوصیت جو اچھے معلم کے نہایت لازمی ہے وہ فصاحت و بلاغت ہے۔ استاد کی گفتگو فصاحت و بلاغت سے لبریز ہونی چاہیے۔ کیونکہ موضوع کو اچھے طریقے سے سمجھانے کے لیے بہترین الفاظ کا انتخاب، جملوں کی ترکیب اور مرتب گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے اور طالب علم کسی الجھن کا شکار نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تو عرب میں افصح العرب[6] کے نام سے جانے جاتے تھے اور بہترین کلمات سے آپ کی گفتگو آراستہ ہوتی تھی۔ یعنی جوامع الکلمات[7] سے نوازے گئے تھے۔

4. طریقہ تدریس میں تنوع

ایک اعلیٰ پایہ کے معلم کے اندر یہ صلاحیت ہونا ضروری ہے کہ مختلف طریقہ ہائے تدریس سے نہ صرف واقف ہو بلکہ ان کو موقع محل کی مناسبت سے عملی طور پر ان کو استعمال کرنا جانتا ہو۔ کسی بھی علم کی بنیادی چیزوں کا ازبر یاد ہونا ضروری ہوتا ہے چنانچہ ایسی صورت میں طلبہ کے تدریس کا طریق بار بار کلمات کو دہرانا ہوتا ہے جیسا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ منبر پر بیٹھ کر چھوٹے بچوں کو یاد کرانے کی طرح صحابہ کرامؓ کو تشہد[8] سکھاتے تھے۔ اور ایسے ہی دعائے استخارہ[9] صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم کی سورتوں کی طرح سے یاد کراتے تھے۔ اسی طرح سوال و جواب کے انداز میں سکھانا بھی تدریس کا ایک انداز ہے جس میں طلبہ پر توجہ زیادہ ہوتی ہے اور طلبہ میں بھی ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ جیسے نبی اکرم ﷺ کی حدیثِ جبریل[10] اس کی شاہد ہے۔

5. معاونات کا استعمال

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی موضوع کو سمجھانے کے لیے تختۂ سیاہ یا کسی چارٹ یا کسی نقشے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے معاونات سے موضوع کو سمجھانا آسان ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ایسے ہی واقعہ کی نشاندہی ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ ایک نقشہ بنا کر سمجھا رہے ہیں: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ خَطَّ خَطًّا مُرَبَّعًا ، وَخَطَّ خَطًّا

وَسَطَ الخَطِّ المُرَبَّعِ، وَخُطُوطًا إِلَى جَنْبِ الخَطِّ الَّذِي وَسَطَ الخَطِّ المُرَبَّعِ، وَخَطٌّ خَارِجٌ مِنَ الخَطِّ المُرَبَّعِ--------[11] "ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مربع خط کھینچا۔ پھر اس خط کے درمیان ایک خط کھینچا پھر اس کے دونوں اطراف میں چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور ایک خط مربع خط کے باہر کھینچا اور دریافت فرمایا کہ تمھیں علم ہے کہ یہ کیا ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ اور اس کا پیغمبر ہی زیادہ جانتے ہیں۔ تو نبی مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ درمیانہ خط انسان کی مثال ہے اور اس کے دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خط زندگی میں پیش آنے والے عوارض ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چھوٹ گیا تو دوسرا پکڑ لیتا ہے۔ اور یہ مربع خط اس کی اجل ہے اور اس کے ساتھ جو خط باہر جا رہا ہے یہ اس کی امیدیں اور تمنائیں ہیں"۔ معلوم ہوا کہ سمجھانے کے لیے اگر کسی تختۂ سیاہ، چارٹ یا کسی نقشے کی ضرورت پڑے تو اس کے استعمال سے دریغ نہیں کرنا چاہیے یہی نبوی تعلیمات ہیں۔ کیونکہ ایک اچھا معلم ہر صورت اختیار کرتا ہے جس سے اس کو اپنے شاگردوں کو سمجھانے میں مدد ملے۔

6. مثال کے ذریعہ تعلیم

ایک کامیاب استاد کے لیے بہت ضروری ہے کہ اس کا درس عمدہ قسم کی مثالوں سے بھرپور ہو۔ اس کے ذریعہ اس کا درس نہایت ہی دلکش اور دلچسپ بن جاتا ہے اور طلبہ نہایت ہی دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ استفادہ کرتے ہیں۔ سیرت مطہرہ میں کئی ایسے مواقع آئے جن میں نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے باقاعدہ مثال کے ذریعہ لوگوں کو سمجھایا، جیسا ایک مرتبہ اچھے اور برے دوست کی دوستی کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے مثال دی کہ اچھے دوست کی مثال خوشبو والے کی ہے کہ اس کے ساتھ فقط بیٹھنے سے بھی انسان تروتازہ رہتا ہے اور برے دوست کی مثال تو بھٹی کی ہے یا تو تمھارا لباس جلے گا یا کم از کم بدبو تو تمھاری طبیعت پر گراں گزرے ہی گی۔[12]

اسی طرح ایک مرتبہ ایک صحابی کے سوال کرنے پر انہیں مثال کے ذریعے سمجھایا: "ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میری بیوی کو سیاہ بچہ پیدا ہوا ہے جب کہ ماں اور باپ دونوں سفید فام ہیں پھر بھی یہ لڑکا سیاہ ہے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس کے اثبات میں جواب پر آپ نے پوچھا کیا ان میں کوئی سیاہی مائل اونٹ بھی ہیں تو اس نے جواب دیا جی ہاں ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا وہ سیاہی مائل اونٹ سرخ اونٹوں میں کہاں سے آگئے۔ اس نے کہا کہ اس کی نسل میں سے کوئی اس رنگ کا ہوگا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی تمہارے اصل نسب کے اثر سے ہی سیاہ ہوا۔"[13]

اپنے طلبہ کو بہترین تفہیم کے کبھی کبھار مثالوں کا استعمال بھی ایک معلم کی تدریس و تعلیم کو چار چاند لگا سکتا ہے۔ چونکہ مثالوں سے بات ذرا آسانی سے سمجھ آجاتی ہے لہذا اساتذہ کو اپنے موضوع سے متعلقہ مثالوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھنا چاہیے تاکہ طلبہ کو سمجھاتے ہوئے ان سے مدد لی جاسکے۔

7. طلبہ کی ذہنی استعداد کا خیال رکھنا

معلم کی کامیاب تدریس کے نہایت اہم ہے کہ طلبہ کی ذہنی صلاحیت سے واقف ہو اور اسی کے مطابق ان کو نصیحت کرے جیسا کہ سیرتِ طیبہ اس ضمن میں راہ نمائی کرتی ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک صاحب حاضر ہوتے ہیں کہ میں کئی گناہوں میں گرفتار ہوں لیکن میں تمام گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے صرف ایک گناہ کا مجھے حکم دیں جسے میں ترک کردوں۔ تو نبی مکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس ایک نصیحت کا یہ فائدہ ہوا کہ کئی گناہ جو اسے چھوڑنا دشوار تھا، سب کے سب آہستہ آہستہ اس ایک گناہ کے چھوڑنے کی وجہ سے چھوٹ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ مدرس دورانِ تدریس طلبہ کی ذہنی استعدار کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں تعلیم دیں۔ اور بات کرتے ہوئے ان

کی ذہنی سطح پر اتر کر بات کرے۔ حضرات صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں: "فكلمهم النبي صلّى الله عليه وسلم على قدر عقولهم"[14] آقا علیہ السلام لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات فرماتے تھے۔

8. نرمی اور شفقت

رحمتِ عالم ﷺ کی سیرت معلم کی حیثیت سے معلمین کے لیے بہترین راہ نما ہے۔ اچھے معلم کی صفات و اخلاق متعلم کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں اور ساری عمر اس متعلم ان صفات کا پرچار اپنے عمل کے ذریعے کرتا رہتا ہے۔ سیرتِ طیبہ اپنے ماتحت اور شاگرد کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے خادم سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کی دس سال خدمت کی لیکن مجھے نہ کبھی ڈانٹا اور نہ مارا۔[15]

اس سے معلوم ہوتا ہے دس برس تک ایک بچہ بغیر مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور سزا کے نرمی اور محبت سے پڑھ اور سیکھ سکتا ہے۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ تعلیم و تربیت کے میدان میں معلمین کو اچھے اخلاق اور نرمی و شفقت کا درس دیتی ہے۔ دیگر صحابہؓ بھی نبی اکرم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق و شفقت کی گواہی دیتے ہیں: "حضرت مالک بن حویرثؓ روایت کرت ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان آپ ﷺ کے پاس آئے اور ہم نے بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر آپ کو یہ گمان ہوا کہ جیسے ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں، چنانچہ آپ نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے بارے میں معلومات لیں۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور چونکہ آپ بڑے نرم مزاج اور رحم دل تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، پھر انھیں بھی تعلیم دو اور میرے احکامات ان تک پہنچاؤ اور تم نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے، پھر تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔"۔[16] بہترین معلم وہی ہے جو طلبہ کی نفسیات سے واقف ہو۔ چنانچہ تعلیم کا عمل اس وقت سے جاری رکھے جب تک متعلم ذوق و شوق سے پڑھے اور اکتاہٹ کا احساس ہونے پر اسباق کو موقوف کر دے۔

9. تعلیم و تربیت میں مار پیٹ اور برا بھلا کہنے سے اجتناب کرنا

سیرتِ طیبہ ایک اچھے معلم کے لیے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کے بغیر تعلیم و تربیت کرے جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ تعلیم و تربیت کرتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ، مار پیٹ اور برا بھلا کہنے سے احتراز کرتے تھے۔ سیدنا معاویہ بن حکم سلمیؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: "حضرت معاویہ بن حکم السلمیؓ ایک دفعہ آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا، "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" اس پر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے، میں نے کہا، میری ماں مجھے گم پائے! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھے اس طرح دیکھتے ہو! چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے نہ پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس میں لوگوں کی (آپس کی) بات چیت درست نہیں ہے، اس میں تو بس تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔"[17] تعلیم و تربیت جتنی موثر نرمی، خوش اخلاقی اور ترغیب سے ہوتی ہے اتنی مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے سے نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ کا عمل ہمیں ہاتھ کے استعمال کی بجائے نرم اور محبت آمیز رویہ اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔ جو کہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے۔ "ایک دیہاتی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی طرف لپکے، تا کہ اسے ماریں۔ نبی

کریم ﷺ نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو، بے شک تمھیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے بنا کر۔"[18]

اس واقعے میں جہاں ایک طرف سرکار دو جہاں ﷺ اس اعرابی کی تربیت فرما رہے ہیں تو دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ترش رویہ کی بجائے نرم رویہ اپنانے کی تعلیم دے رہے ہیں۔

10. سختی کے جواب میں عطاو احسان کا معاملہ کرنا

سیرت طیبہ ایک اچھے معلم کو عطا اور احسان کا رویہ اپنانے کا تقاضا کرتی ہے۔ جب کبھی طلبہ کی طرف سے کوئی بد تمیزی یا سختی کا معاملہ آئے تو ایسے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اپناتے ہوئے کم علم اور محدود ذہنیت کے حامل طلبہ کے ساتھ معافی اور درگزر کے ساتھ اپنی استطاعت کے مطابق احسان والا معاملہ روا رکھنا چاہیے۔

سیدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی مکرم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اس کا حاشیہ بہت سخت تھا۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، اس نے آپ کی چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی اور آپ کے کندھوں پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے مالی امداد کا مطالبہ کیا نبی رحمت ﷺ نے اس کی طرف مسکرائے اور اس کی مالی امداد کا حکم دیا۔[19]

نبی رحمت ﷺ باوجود طاقت کے اپنے اس دیہاتی سے مسکراتے ہوئے پیش آئے، اس کی سختی کو برداشت کیا اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا۔ یہی صفات ایک معلم میں بھی ہونی چاہیے۔ اس سے متعلمین اپنے اساتذہ سے مانوس اور متاثر ہو کر گرویدہ ہوں گے اور تعلیم کا سلسل خوش اسلوبی سے چلے گا۔

11. طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا

نبی رحمت ﷺ ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملتے اور اسی کی ترغیب اپنے صحابہ کو دیتے۔ اور پھر خاص کر طلبہ کے ساتھ تو خصوصی کرم و شفقت کا معاملہ رہتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کسی مسلمان کے ساتھ خوش روی کے ساتھ ملنے کو بھی اجر و ثواب کا ذریعہ گردانتے ہیں۔ ایک موقع پر سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمھارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔"[20] مشاہدے کی بات ہے کہ طلبہ کو اپنے اساتذہ سے بہت زیادہ انس ہوتا ہے اور ان کی فرمانبرداری کو اپنے لیے باعث اجر سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی خدمت بھی کرتے ہیں ایسے میں اساتذہ کرام کو چاہیے کہ اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملاقات کریں تاکہ ان کی شخصیت کی تعمیر بطریقِ احسن ہو سکے۔

12. شاگردوں سے ذاتی معاملات میں انتقام نہ لینا

سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ معلم اپنے کسی شاگرد یا ماتحت سے اپنے ذاتی معاملات میں انتقام لے بلکہ اسے چاہیے کہ عفو و درگزر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ استاد کا مقام ہی اتنا بلند ہے کہ وہ اپنے سے کم رتبہ طلبہ سے انتقام یا بدلے کا سوچے۔ اسے ان کی کوتاہیوں پر نرمی سے ان کو سمجھانا چاہیے نہ کہ بدلہ و انتقام لینے کی ٹھان لے۔ سیدہ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی اس خوبی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا ہاں جب اللہ کی قائم کی ہوئی حد کو توڑا جاتا تو آپ پھر بدلہ لیتے تھے۔"[21]

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر کسی متعلم کی جانب سے معلم کی گستاخی یا حق تلفی ہو جائے تو استاد کو ایسی کسی بات پر بجائے طالب علم سے انتقام لینے کے صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ یہی تو ہمارے پیارے مولا و آقا نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

13. شاگرد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا

صبر و تحمل نبی مکرم ﷺ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ جب کبھی آپؐ کو ماتحت، رعیت اور شاگرد کی طرف سے پہنچی تو آپ نے نہ صرف خود صبر کیا بلکہ اپنے اصحاب کو بھی یہی درس دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ: ایک موقع پر نبی مکرم ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا، تو ایک منافق نے کہا، اللہ کی قسم! محمد ﷺ نے اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو مدنظر نہیں رکھا۔ میں نے یہ بات سنی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر آپ کو خبر دی، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحم فرمائے، ان کو تو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔"[22]

معلم کی خدمت میں آنے والے طلبہ مختلف قبائل، خاندانوں، زبانوں، علاقوں اور ذہنی سطحوں سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ایسی متنوع عادات و اطوار رکھنے والے جب ایک جگہ جمع ہوں گے تو لامحالہ ایسی بات کبھی کبھار ہو گی جو معلم کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گی اور اسے بری معلوم ہو گی۔ لہٰذا ایسی صورت میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا معلم کے لیے بے حد ضروری ہے کیونکہ یہی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں اور خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا۔

ایک اور موقع پر ایسے ہی جب کچھ اعرابی آئے اور آپ کو احاطے میں لے لیا۔ اس نازک وقت میں بھی آپ نے صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:"أخبرني جبير بن مطعم أنه بينما هو يسير مع رسول الله ﷺ ومعه الناس مقفله من حنين فعلقة الناس (فعلقت الاعراب) يسألونه حتى اضطروه الى سمرة فخطفت رداءه فوقف النبى فقال أعطوني ردائى لو كان لى عدد هذه العضاه نعما (عدد هذه العضاه نعم) لقسمته بينكم (عليكم) ثم لا تجدوني (لا تجدونني) بخيلا ولا كذوبا ولا جبانا[23]"۔"جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین کے بعد واپس ہوئے تو کیفیت یہ تھی کہ میں اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے کہ چند دیہاتی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، یہاں تک کہ نبی ﷺ کو ایک ببول کے درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ اور اس میں آپ کی چادر الجھ گئی، آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: "مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوں تو میں وہ سب تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا، تب بھی تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔"

نبی اکرم ﷺ کا عمل تمام معلمین کے واضح دلیل ہے کہ اسے نہایت اعلیٰ درجے کے حلم و بردباری کا مظہر ہونا چاہیے۔ کیونکہ کسی بھی وقت نامناسب رویے اور بداخلاقی کا فعل ان کے ساتھ پیش آسکتا ہے جس کی صفتِ حلم کے ذریعہ ہی اصلاح ممکن ہے۔ ایسے موقع پر طالبعلم کی ذہنی سطح پر اتر کر نہ صرف بات سمجھی جاسکتی ہے بلکہ اس کا مناسب حل بھی تجویز کیا جاسکتا ہے۔

14. سختی سے بچتے ہوئے تحمل سے طلبہ کے سوالات کے جوابات دینا

سیرت کے ایک اور روشن پہلو سے معلمین کی راہ نمائی ہوتی ہے اور وہ ہے سختی و درشتی سے احتراز کرتے ہوئے طلبہ کی طرف سے آنے والے سوالات کو سننا اور جواب دینا۔ اس کی تعلیم نبی اکرم ﷺ کے فرامین میں موجود ہے۔ چنانچہ دورانِ تعلیم، معلم کو سختی کرنے کی

ممانعت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال علموا ولا تعنفو ا فان المعلم خير من المعنف "-[24]" نبی ﷺ نے فرمایا: تم تعلیم دو مگر سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکھنے سکھانے کے عمل کے لیے سختی و درشتی ضروری نہیں ورنہ نبی کریم ﷺ اس کی ممانعت نہ فرماتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کے دلوں میں علم کی رغبت و اہمیت اور ذوق و شوق کو پیدا کیا جائے۔ ایسے ہی ایک معلم طلبہ کو سہولت فراہم کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ سختی میں ڈالنے والا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین"-[25] "تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تنگی و مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔"

مشاہدے کی بات ہے کہ اکثر و بیشتر بے جا سختی نفع کی بجائے نقصان کا سبب بنتی ہے نیز طالب علم کے اندر کئی نفسیاتی خرابیوں کی وجہ بنتی ہے۔ علاوہ ازیں بچہ کی شخصیت پر نہایت منفی اثرات کا باعث بنتی ہے لہذا ایک مثالی استاد کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ اسی طرح طلبہ کی طرف کوئی بھی سوال آئے تو اسے نہایت تحمل سے سن کر موقع کی مناسبت سے دانش مندی سے جواب دینا چاہیے۔ ساقی کوثر کی خدمت ایک نوجوان نے آکر زنا کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں آئی اور نہایت شفقت سے فرمایا کیا تم اس بات کی اجازت دے سکتے ہو کہ کوئی شخص تمہاری ماں، بہن بیوی یا بیٹی کے ساتھ ایسا کرے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ہر گز اس کی اجازت نہیں دے سکتا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے تم منہ کالا کرو گے تو بھی تو کسی کی ماں، بیٹی یا بہن ہو گی۔ اس لیے تم اپنے آپ کو گناہ سے روک لو۔

ایسے طریقہ سے سمجھایا کہ وہ نوجوان اپنے ارادوں سے باز آگیا۔ اسی طرح اچھے معلمین کی اندر یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ طلبہ کے اوٹ پٹانگ سوالات کو تحمل و صبر سے سن کر ان کو تسلی بخش جواب دیا جائے۔ کسی بھی طالب علم کی دل آزاری نہ کرے، اس کی عزت نفس کا خیال کرے اور اس کا تمسخر نہ اڑائے۔

15. علم کی طرف رغبت پیدا کرنا اور مختلف سوالات کرنا

نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک کامیاب معلم کے لیے قدم قدم پر راہ نمائی فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ ایک اچھا معلم رغبت و محبت کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ نفرت کے بیج بونے والا۔ سیدنا انس بن مالک آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "قال يسرو ا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا"-[26] آسانی کرو تنگی نہ کرو، راغب کرو تنفر نہ کرو۔"

سختی سے بچنے کے لیے رحمۃ اللعالمین ﷺ نے آسان حل تجویز کیا ہے کہ علم کا ذوق اور شوق بچے کے اندر پیدا کر دو۔ جب ایک دفعہ بچہ تعلیم کی طرف آمادہ ہو گیا تو پھر اس کو معاشرے کا بہترین فرد بنانے پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ سبق کی طرف آمادگی اور میلان پیدا کرنے درس سے قبل آمادگی کے مختلف سوالات کرنا سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کبھی فرماے مفلس کون ہے؟ پہلوان کون ہے؟ وہ کون سا درخت ہے جو بہت ہی مبارک ہے؟ وغیرہ۔ ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ درس و تدریس کا ماحول پیدا کرنے کے لیے مثالی استاد قبل از درس سوالات پوچھے۔ اس سے ترغیب و تحریک پیدا ہو گی اور طلبہ بہت ہی شوق اور انہماک سے سبق پڑھیں گے۔

16. اکراہ و جبر سے پرہیز اور حلم و بردباری اور عفو و درگزر کا اختیار کرنا

سیرت طیبہ کے مطالعے سے یہ بات بھی ایک کامیاب معلم کے ضروری ہے کہ اس کے اندر جبر اور زبردستی کی بجائے حلم و بردباری کا رویہ پایا جائے۔ کیونکہ کسی شخص میں ایک ہی وقت میں علم و جبر جمع نہیں ہو سکتے۔ ایسے ہی ایک مثالی معلم کا جباریت اور جہالت سے دور دور کا

واسطہ نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروقؓ سے روایت ہے:"قال عمر رضی اللہ عنه تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والحلم وتواضعوا لمن تعلمون ولا تکونو من جباری العلماء فلا یقوم علمکم مع جھلکم"۔[27]"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے: علم بھی سیکھو اور علم کی خاطر سکون و بردباری بھی سیکھو اور سیکھنے والوں کے لیے تواضع اختیار کرو اور جابر علماء میں سے نہ ہونا کیونکہ علم اور جہالت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔"

اس حدیثِ پاک میں سختی و جبر کرنے والے معلمین کے لیے انتباہ ہے۔ علم کے ذریعے انسان کے اندر تواضع، عاجزی، انکساری، نرمی اور بردباری کے اثرات پیدا ہوتے ہیں جب کہ جہالت سے انسان جبر و اکراہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاہل انسان سے جب اہلِ علم کی دلیل کا جواب نہ بن پائے تو وہ جبر و تشدد پر آجاتا ہے چنانچہ ایک اچھے معلم کو سیرت کا پاس رکھتے ہوئے ایسے رویوں سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ یہ مدرسین و معلمین کی شان کے خلاف ہے۔

سیرت کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ عفو و درگزر ایسا وصف ہے جو پتھر دل کو بھی نرم کر دیتی ہے۔ ترش اور سخت مزاج رکھنے والے لوگ تو ایک طرف جنگلی جانور بھی محبت کی زبان سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محمد عربی ﷺ نے اپنی بردباری، حلم، خوش اخلاقی اور عفو و درگزر کے اوصافِ حمیدہ سے جزیرۂ عرب کے سخت مزاج کے حامل لوگوں کے دلوں کو موم کر دیا اور ان کو ایسی تعلیم و تربیت دی کہ رب تعالیٰ نے بھی ان کی تعریف اپنے کلام میں فرمائی ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ کی ان اوصاف کا تذکرہ تورات شریف میں بھی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنهما أن ھذہ الایة التی فی القران یا أیها النبی [انا أرسلناک شاھدا ومبشرا و نذیرا]قال فی التوراة یا أیها النبی انا أرسلناک شاھدا ومبشرا و نذیراو حرزا للأمیین أنت عبدی ورسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالأسواق ولا یدفع السیئة بالسیئة ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضه اللہ حتی یقیم به الملة العوجاء بأن یقولوا لا اله الا اللہ فیفتح بها أعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفا[28]

"حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے: "اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا"۔[29]تو (رسول اللہ ﷺ سے متعلق) تورات میں ہے: "اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والے، اور (وہ ایسے نبی ہیں کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب قوم) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار نہ کرا لیں۔ پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔"

ایک معلم کے اندر معاف کر دینے کی صفت کا ہونا ازحد ضروری ہے کیونکہ طلبہ کی فہم اور سمجھ کا لیول ایسا نہیں ہوتا کہ ہر ہر بات اور کام ٹھیک کر دے، لازماً اس سے غلطیاں ہوتی ہیں اور لاابالی پن کی وجہ سے توجہ بھی بعض اوقات اس درجے کی نہیں ہوتی جیسا ایک معلم چاہتا ہے، ایسی صورت میں معلم اس کی غلطیوں سے صرف نظر کرے اور معاف کر دینے کی عادت بنالے۔ اور نہایت نرمی اور دانش مندی سے اس کی اصلاح کرتا رہے کیونکہ یہی سیرت مصطفیٰ ﷺ کا معلم کے نام پیغام ہے۔

17. مثالی استاد متعلم کے لیے بمنزلہ باپ

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ معلم و متعلم کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق مثل باپ بیٹے کے ہے جیسا کہ خود رحمتِ دوعالم نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال انما أنا لكم مثل الوالد لولد"۔[30]"میں تمھارے لیے ایسے ہوں جیسے باپ بیٹے کے لیے۔"

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جب معلم کے یہ جذبات ہوں گے کہ یہ متعلم میرے لیے اپنے بچوں کے مثل ہیں تو کئی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اداروں میں خرابی یہاں سے شروع ہوتی ہے جب معلم طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح نہ سمجھے۔ معلمِ انسانیت نبی کریم ﷺ جو معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں اوراپنی ذات کو شاگرد کے بمنزلہ باپ کے قراد دیتے ہیں تو معلمین کرام سیرت کے اس پہلو کو اپنا کر دارین کی کامیابیاں سمیٹ سکتے ہیں اور دنیا میں ایک بہترین نسل کی پرورش وتربیت کرسکتے ہیں۔

نتائج بحث

مقالہ نگار اس تحقیق سے ان نتائج کو اخذ کرنے کے قابل ہوا کہ ایک معلم کے مقام ومرتبہ کے لیے یہ کافی ہے کہ نبی رحمت ﷺ معلم کو مرسلین کا وارث قرار دے رہے ہیں۔ اس برتر ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا واحد راستہ یہی ہے کہ سیرت سے مستفاد اوصاف کو اپنایا جائے۔ انہی خصوصیات کو اپنا کر ملکی تعلیمی اداروں کا معیار بلند کیا جاسکتا ہے۔ ان صفات کی بنا پر اپنے ملک کے سکول، کالج، یونیورسٹی اور مدرسے کا معیار تعلیم وتربیت، نظم ونسق، اخلاق و وقار، صفائی وتزکیہ، وغیرہ کے اعتبار سے اس قدر بلند ہو سکتا ہے کہ طلبہ اندرون وبیرون ملک سے ان کی کھنچے چلے آئیں گے۔اور بالفرض اگر اس اعلیٰ ذمہ داری کا ادراک معلمینِ قوم نے نہ کیا تو تعلیمی اداروں کے معیار تعلیم و تربیت کی پستی اور طلبہ کی عدم تربیت وعدم دلچسپی یا ان کا ہمارے اداروں کی بجائے غیروں کی طرف رجحان کے جرمِ عظیم کے مرتکب ہوں گے۔ سیرتِ طیبہ معلمین ذی وقار سے تقاضا کرتی ہے کہ علم وعمل کا عملی نمونہ بنیں، صبر و تحمل اور بردباری جیسی صفات سے متصف ہو کر اپنے طلبہ میں اولعزمی اور بلند حوصگی پیدا فرمائیں۔ طلبہ کے اندر ابھرنے والے سوالات کا تسلی بخش جواب دیں اور ان میں سے ڈر، خوف اور احساسِ کمتری کی کیفیات کو ختم کرنے میں ان کی مدد کریں۔

سفارشات

اس آرٹیکل کی روشنی میں درج ذیل سفارشات کی جاتی ہیں:

1. سیرت کی تعلیمات کو ہر سطح پر عام کیا جائے۔ سکول کالج اور یونیورسٹی سطح پر ہر ڈیپارٹمنٹ میں سیرت طیبہ کی تعلیم کو لازمی جزو بنایا جائے تاکہ یہی طلبہ جب کل کو مختلف اداروں میں خدمات سرانجام دیں تو ان کا کردار سیرتِ مطہرہ کی روشنی سے منور ہو۔
2. معلمین کی تربیت (Teacher's Training Courses) کے لیے وضع کردہ مختلف کورسز جیسے اےڈی ای (ADE)، بی ایڈ (B.Ed) اور ایم ایڈ (M.Ed) کی سطح پر سیرتِ طیبہ کو باقاعدہ ایک مضمون کے طور پر داخلِ نصاب کیا جائے اور اساتذہ کرام کو عملاً سیرت کی تعلیمات سے مستفاد نکات کی تربیت دی جائے۔
3. تعلیمی اداروں میں سیرت طیبہ پر بھرپور طریقہ سے عمل کرنے کے لیے معلمین اور متعلمین کو ترغیب دی جائے، مقابلے کی فضا قائم کی جائے اور ان اوصاف کو اپنانے والے اساتذہ اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں انعامات سے نوازا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1]ابن ماجة أبو عبد الله مُحَمَّد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، ج1، ص 83، حديث نمبر229

IbnīMājā, Abu AbdullāhMuhammād bin YazeedalQazwāinī, SunānIbnīMājā, (Yamama: DārIhyāalKutub al Arabīa), vol 1, p 83, Hadith No. 229

[2]سورۃالاحزاب 33:21 Al-Qurān 33:21

[3]الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن ابو محمد الدارمی، سنن الدارمی، دارالکتاب العربی، بیروت، ط:1407ھ، باب فی فضل العلم والعالم، حدیث نمبر349

Al-Dārīmi, Abdullāh bin Abdul Rāhmān, Abu Muhammād Al-Dārīmi, Sunān-e- Al-Dārīmi, (Beirūt: Dār al Kītub al Arabī, 1407H), Hadith No. 349

[4]خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مھدی، الفقیه و المتفقه، دار ابن الجوزی – السعودیۃ، ط:1421ه، ج2، ص255

KhāteebBhāghdādī, AbubākārAhmād bin Alī, Al-FāqeehwālMutafiqh, (SāudīArābia: Dār ibn al Jauzī, 1421H), vol 2, p 255

[5]بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ الجعفی، صحیح البخاری، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، ط:1407ھ، ج1، ص48، رقم الحدیث:5890

Bukharī, Muhammad bin Ismāil, SahīhBukharī, (Yamama: Dār ibn e Katheer 1407H), vol 1, p 48, Hadith No: 5890

[6]قاضی عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی، ابوالفضل، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، دار الفکر الطباعۃ والنشر والتوزیع، ج1، ص80

Qazī, Ayaz bin Mosā bin Ayaz, Al shīfābīTāreef ī Huqooq al Mustāfā, (Beirūt: Dār al Fīkār), vol 1, p 80

[7]بخاری، صحیح البخاری، باب المفاتیح فی الید، ج6، ص2573، حدیث نمبر6611

Bukharī, SahīhBukharī, vol 6, p 2573, Hadith No. 6611

[8]نسائی، احمد بن شعیب ابو عبدالرحمن، سنن النسائی الکبری، دار الکتب العلمیۃ–بیروت، ط:1411ھ، باب التشھد الاول، ج1، ص252، حدیث نمبر759

Abū Abdul Rahmān, Nasāī ,SunanNasāī ,(Alriāz : Dār ul Salāmlinasharwatozīh, 1999), vol 1, p 252, Hadith No. 759

[9]ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داود، دار الکتاب العربی-بیروت، باب فی الاستخارہ، ج1، ص564، حدیث نمبر1540

AbūDawūdSulaimān bin AshaasSajistānī, SunanAbūDawūd, (Beirūt: Al Maktabā Al MisriyāSāda), vol. 1, p.564, Hadith 1540

[10]محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، مؤسسۃ الرسالۃ–بیروت، ط:1414ھ، باب فرض الایمان، ج1، ص389، حدیث نمبر168

IbnīHābān, Muhāmmād bin,SāhīhIbnīHābān, (Beirūt:Muassas tul risālata, 1414H), vol. 1, p.389, Hadith No: 168

[11]احمد بن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، ط:1421ھ، ج6، ص163، حدیث نمبر: 3652

Imām Ahmad bin Hanbal, MusnadImām Ahmad bin Hanbal, (Beirūt:Muassas tul risālata), vol. 6,p.163, Hadith No: 3652

[12]بخاری، صحیح البخاری، باب المسک، ج5، ص2104، حدیث نمبر:5214

Bukharī, SahīhBukharī, vol 5, p 2104, Hadith No:5214

[13]احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، ج15، ص170، حدیث نمبر: 9298

Ahmad bin Hanbal, MusnadImām Ahmad bin Hanbal, vol. 15, p.170, Hadith No: 9298

[14]عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج1، ص177

QazīAyaz, Al shīfābīTāreef ī Huqood al Mustāfā, vol 1, p 177

[15]بخاری، صحیح البخاری، ج5، ص2245، حدیث نمبر:5691 Bukharī, SahīhBukharī, vol 5, p 2245, Hadith No:5691

[16]مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، النیسابوری، ابوالحسین، الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم، دار الافاق الجدیدۃ، بیروت، ج5، ص102، حدیث نمبر:1567

Muslim bin HajjājAlqushāirī, SahīhMuslim,Kītab al-Ammāra, (Beirūt:Dār al jail) , vol 5,p 102, Hadith No:1567

[17]حوالہ سابق، ج2، ص70، حدیث نمبر:1227

Ibid,vol 2, p 70, Hadith No:1227

18 بخاری، صحیح البخاری، ج5، ص2269، حدیث نمبر:5777

Bukharī, SahīhBukharī, vol 5, p 2269, Hadith No:5777

19 حوالہ سابق، ج8، ص33، حدیث نمبر:6088 Ibid, vol 8, p33, Hadith No:6088

20 مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ج5، ص102، حدیث نمبر:6857

Muslim bin Hajjāj, Sahīh Muslim, vol 5,p 102, Hadith No:6857

21 بخاری، صحیح البخاری، ج6، ص2513، حدیث نمبر6461 Bukharī, SahīhBukharī, vol 6, p 2513, Hadith No:6461

22 حوالہ سابق، ج8، ص33، حدیث نمبر:6059 Ibid, vol 8, p 33, Hadith No:6059

23 حوالہ سابق، ج4، ص46، حدیث نمبر:2821 Ibid, vol 4, p 46, Hadith No:2821

24 طیالسی، ابوداود سلیمان بن داود بن الجارود البصری، مسندابیداودالطیالسی، دار ھجر–مصر، ط:1419ھ، ج4، صفحہ269، حدیث نمبر2659

Tīyālsī, AbūDawūdSulaimān bin Dawood, Mūsnād eAbūDawūdTīyālsī, (Egypt: Dār Al Hijār, 1419H), vol. 4, p.269, Hadith 2659

25 بغدادی، ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الاجُرّیِ، اخلاقاھلالقران، دارالکتبالعلمیۃ، بیروت-لبنان، ط:1424ھ، ج1، حدیث نمبر118، حدیث نمبر:48

Bhāghdādī, AbubākārMuhāmmād bin Husain, AklāqahlulQurān, (Beirūt: Dār al Kītāb al Ilmīyā, 1424H), vol 1, p 118, Hadith No: 48

26 احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، ج19، صفحہ:341، حدیث نمبر:12333

Ahmad bin Hanbal, MusnadImām Ahmad bin Hanbal, vol. 19, p.341, Hadith No: 12333

27 بیہقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، المدخل الی السنن الکبری، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی–الکویت، ج1، ص333، حدیث نمبر:539

Bāihāqī, Ahmād bin Husain, (Kūwāīt: Dār al Khulāfālilkītāb al Islāmī), vol 1, p 333, Hadith No: 539

28 حوالہ سابق، ج6، ص293، حدیث نمبر:4838 Ibid, vol 6, p 293, Hadith No:4838

29 سورۃ الفتح 8:48 Al-Qurān 48:8

30 نیسابوری، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی، صحیح ابن خزیمۃ، المکتب الاسلامی بیروت، ج1، ص43، حدیث نمبر:80

Ibnī Khuzāīmā, AbubākārMuhāmmād bin Ishāq binKhuzāīmā, Sāhīh Ibnī Khuzāīmā, (Beirūt: Al Māktāb al Islāmī), vol 1, p 43, Hadith No: 80